مولانا اکرام اللہ جان قاسمی
ڈائریکٹر مرکزِ تحقیق اسلامی۔ پشاور صدر

پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ ــــــ پس منظر اور ضرورت

حق و باطل دو متضاد دو متقابل قوتیں ہیں جو ازل سے قائم ہیں اور تا قیامت قائم رہیں گی۔ بقول شاعر۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

یہ دونوں قوتیں کبھی ہابیل و قابیل کی صورت میں، کبھی سیدنا حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کی شکل میں، کبھی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے انداز میں اور کبھی سیدنا حضرت محمد ﷺ اور ان کے مدمقابل ابوجہل کی مثل نظر آتی ہے۔ حق اگر رحمانی طاقت ہے تو باطل ابلیس کی طاغوتی طاقت ہے۔ ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ رحمانی قوت کے مقابلہ میں باطل کے ہوا بھرے غبارے کی کچھ بھی نہیں چلتی تاہم یہ کشمکش بندگانِ خدا کی آزمائش کے لئے ہے کہ وہ کس قوت کا ساتھ دیتے ہیں۔

باطل کو اپنے دجل و تلبیس کے پھیلانے کے لئے جب کسی شخص کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ باطل اپنی ناجائز ذرّیت کے ذریعہ مذموم مقاصد حاصل کر سکے تو دیگر حکمت عملیوں کے ساتھ ایک حکمت عملیہ بھی اپنائی جاتی ہے کہ اپنے نمائندہ شخص کو اہل حق کے سامنے اس انداز سے پیش کرے کہ اس کی شکل و صورت، وضع قطع اور رنگ و روپ اہل حق سے ظاہری طور پر میل کھاتا دکھائی دے تاکہ سادہ لوح اہل حق کو دھوکہ دینے میں آسانی ہو۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہود نے اپنے انبیاء کی طرح حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت میں بھی ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر آخر کار انکو یہ تجربہ ہوا کہ مخالفت میں اتنا نقصان نہیں دیا جا سکتا جتنا کہ گڑ میں زہر دیکر، دوستی کے لبادہ میں دیا جا سکتا ہے اسلئے انہوں نے ابوجہل عیسائیت پولوس (سینٹ پال) نامی یہودی کو حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کے بعد اچانک عیسائی مذہب کو قبول کرنیوالا ظاہر کیا۔ ابوجہل اگر مسلمان ہو جاتا تو مسلمان کتنی خوشیاں مناتے۔ یہی خوشیاں عیسائیوں نے منائیں مگر اسی پولوس نے تین خداؤں کا عقیدہ ایجاد کیا۔ انسان کے پیدائشی گنہگار ہونے کا عقیدہ گڑھ لیا اور کفارہ کا عقیدہ یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰؑ نے سولی پر چڑھ کر سارے عیسائیوں کے گناہوں کو اپنے سر لے لیا۔ وغیرہ خرافات ایجاد کیئے۔ اس دوستی نما دشمنی نے وہ کارنامہ انجام دیا جو ہزار پولوس مخالفت کی صورت میں انجام نہیں دے سکتے تھے

اس طرح رسول اکرمؐ کے بعد عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو پہلی دفعہ دو واضح گروہوں میں تقسیم کیا اور مسلمان کو مسلمان کے خلاف آمادہ پیکار کیا۔

سترہویں صدی عیسوی کے اوائل میں انگریز نے ہزاروں میل چل کر ہندوستان پر جو کہ سونے کی چڑیا کہلاتا تھا اپنی ہوس باز نظریں گاڑ لیں۔ وہ تاجر کے بھیس میں آیا۔ مٹی اور کاغذ کے بنے کھلونے فروخت کرتا اور اس کے بدلے

سونے اور چاندی کو سمیٹ کر اسے برطانیہ بھیجتا رہا یہاں تک کہ ایک طرف صرف برطانیہ ''عظیم تر برطانیہ'' بنا تو دوسری طرف برصغیر پاک و ہند پر قبضہ جما کر یہاں کے سیاہ و سفید کا مالک بن بیٹھا۔ اس نے اس خطے کے بارے میں سنہرے خواب دیکھنا شروع کیے اس کا خیال تھا کہ یہاں کے لوگوں کو سڑکوں، ریلوے لائنوں، تعلیم اور آزادی وخوشحالی کے سبز باغ دکھا کر اسیرِ دام بنالوں گا۔ ہندو جو تاریخی اعتبار سے قابل ذکر تہذیب وتمدن سے عاری تھا اور اوہام کے خود ساختہ رسوم وعادات کے شکنجہ میں جکڑا ہوا تھا فوراً انگریز کے دام فریب میں آ گیا۔ مسلمان تعداد میں نسبتاً کم تھے انگریز کا خیال تھا کہ اسے زیر کرنا آسان ہے مگر اس سب کے باوجود ایک چیز ایسی ہے جو کبھی باطل کو نصیب نہیں ہوئی اور مسلمان ہر دور میں اس نعمتِ عظمیٰ سے بہرمند رہا ہے اور وہ ہے مسلمان کا جذبہ شہادت۔ خدا کے نام پر کٹ مرنا۔ خدا کی راہ میں اس امید پر اپنا بند بند کٹوانا کہ کل قیامت کو میرا رب جب مجھے پکارے گا تو میں ایک جگہ سے اٹھ کر رب کے حضور حاضر نہیں ہوں گا بلکہ میری لاش کے ٹکڑے مختلف اطراف سے جمع ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑیں گے جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے پرندوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آواز دی تھی اور مختلف جگہوں سے یہ ٹکڑے آ کر ایک ساتھ جڑ گئے۔ چنانچہ باطل کی پوری قوت اس پر صرف ہوتی ہے کہ اسلحہ استعمال ہو، پیسہ خرچ ہو گھر بار جائے مگر جان بچ جائے جبکہ مسلمان کی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ کچھ رہے نہ رہے مگر میری جان کم از کم رب العزت کی بارگاہ میں شہادت پا کر ضرور شرف باریابی حاصل کرے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے کفر لرزہ براندام ہے۔ باطل سر جوڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ منہ گریبان میں ڈال کر گھنٹوں سوچتا ہے مگر کچھ سمجھ نہیں آتا۔......

برصغیر میں بھی انگریز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ مسلمان کے اس جذبہ فدا کاری کو کس طرح روکا جائے۔ بالآخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب سوجھی کہ اس جذبہ کا محرک اور مظہر تو جہاد ہے کیوں نہ جہاد ہی کو مسلمانوں سے ختم کر دیا جائے تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ مگر مسلمانوں سے جہاد کو ختم کرنا۔۔۔ ہائے بلی کی گردن میں گھنٹی کون باندھے گا؟۔۔

انگریزوں کے ذہنوں میں پولوس اور عبداللہ بن سبا کا کامیاب تجربہ موجود تھا۔ انہوں نے سوچا کوئی شخصیت ایسی ہو جو بظاہر مسلمان نظر آتی ہو بلکہ اسلام کی ٹھیکیدار معلوم ہوتی ہو، داڑھی، پگڑی، لمبے چُغے والا جس کے ہاتھ میں لمبی تسبیح ہو۔ اور پھر تلاش بسیار کے بعد ان کو اپنا مطلوب ۱۸۶۸ء میں سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کی ضلع کچہری میں ملازم ضلع گورداس پور کے پیدائشی مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں نظر آیا۔ انہوں نے پہلی نظر میں تاڑ لیا تھا کہ چھوکرا اچھا ہے۔ اور اگر اس پر ہاتھ پھیرا جائے تو کل کو ابلیس سے بڑھ کر ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے انتخاب پر پھولے نہیں سمائے۔ اور پھر اس شخص کو جس پر اس کے قول کے مطابق مسٹر ٹیچی ٹیچی وحی لایا کرتا تھا (یہ شاید وہی شخص تھا جو انگریز کے سکرٹریٹ سے اس کے پاس فرامین لایا کرتا تھا۔) انگریز نے اسے بڑے طریقہ سے سمجھایا کہ تمہارا دعویٰ نبوت سب ڈرامہ ہے اصل مقصود تو یہ ہے کہ تم مسلمانوں سے جذبہ جہاد ختم کر دو۔ تاکہ ہمیں ہندوستان میں استحکام ملے اور ہمارے خلاف کوئی

اٹھ کھڑا نہ ہو۔ چنانچہ سٹارٹ لیتے ہوئے اس نے پہلے دعویٰ کیا کہ مجھے الہام ہوتا ہے پھر دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں۔ پھر دعویٰ کیا کہ مسیح موعود ہوں۔ پھر دعویٰ کیا کہ میں ظلی بروزی نبی ہوں۔ پھر دعویٰ کیا کہ میں مستقل شریعت والا نبی ہوں۔ وہ بتدریج نبوت کی طرف اس لئے آیا کہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ عوامی ردعمل کیا ہوسکتا ہے‘ برصغیر کے باسیوں کی یہ بدقسمتی ہے کہ یہاں اگر کوئی خدائی کا دعویٰ کرے تو اگلے دن اس کو دو سو بندے مل جاتے ہیں اور اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو ہزار امتی مل جاتے ہیں۔ اور پھر حکومتی تائید اور سرپرستی بھی مل جاتی ہے۔ تاکہ اقلیتوں کے حقوق پر حرف نہ آئے۔ غلام قادیانی کو بھی ہر دعویٰ پر سر دھننے والے چیلے چانٹے ملتے گئے۔ اور وہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول میں آگے بڑھتا گیا۔ اس پر انگریز کی طرف سے نوازشات کی بارش ہوئی اور ہر خواہش پوری کردی گئی۔ بھلا وہ اتنا نمک حرام تو نہیں تھا جو اپنے محسن کو بھلا بیٹھے۔ اس نے اپنے آپ کو انگریز کا نمک حلال ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں چھوڑی۔ فتویٰ داغ دیا کہ اب ہندوستان میں جہاد حرام ہے کیونکہ انگریز ہمارا محسن ہے اور محسن کے خلاف جہاد کے کیا معنی؟۔۔۔ اگرچہ حق ہر زمانہ میں عام طور پر بے سروسامان اور بے بضاعت رہا ہے تاہم اس کے پاس غیرت کا سرمایہ ہر دور میں موجود رہتا ہے۔ وہ گیدڑ کی سو سالہ زندگی پر شیر کی ایک دن کی زندگی کو ترجیح دیتا ہے۔ حق نے اس باطل کو بھی للکارا اور اس کا زبردست مقابلہ کیا غلام قادیانی کے تمام دجل وفسوں کو طشت ازبام کیا تا آنکہ اس کی زندگی کا چراغ ٹمٹمانے لگا۔

حضرت عزرائیلؑ کو حکم ملا کہ غلام قادیانی کی روح قبض کر کے لاؤ۔ اس وقت غلام قادیانی پیٹ کا ملبہ نکالنے کے لئے بیت الخلاء تشریف لے گئے تھے۔ ابھی فراغت کے بعد اٹھ کھڑے ہی ہوئے تھے کہ عزرائیل نے ان کو آن دبوچا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑے اور منہ سیدھا اس مقام پر پہنچا جہاں انسانی فضلہ گرتا ہے۔ عزرائیلؑ کے اس فعل میں بڑی حکمت نظر آئی کہ جس انسان نے ساری زندگی فضول بکواس اور جھوٹے دعووں کی صورت میں منہ سے گندگی خارج کی تھی وہ منہ اسی جگہ کے لئے بالکل موزوں تھا۔ طابق النعل بالنعل۔ واہ حضرت عزرائیلؑ! قربان جایئے آپ کی دانش پر۔ بڑا زبردست‘ صحیح اور بروقت فیصلہ کیا تھا۔

وہ گیا تو شجرہ خبیثہ کا تنا کٹ گیا مگر جڑیں تو باقی تھیں۔ پھر اہل حق نے اس شیطانی ذریت کا مقابلہ کیا اس سلسلے میں وعظ ونصیحت‘ بیان وتقریر کی۔ مناظرے کئے‘ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جیل میں اہل حق کے سینوں پر برف کی سلیں رکھ دی گئیں۔ شہادتیں پیش کی گئیں مگر اپنے حق موقف سے پیچھے ہٹنا کیسا؟! یہاں تک کہ بات پاکستان کی قومی اسمبلی میں پہنچ گئی۔ ایک طویل بحث وتمحیص کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل ومہربانی سے اور علماء حق کی کوششوں سے حق کا بول بالا ہوا اور باطل کا منہ کالا ہوا۔

یہ ۷ستمبر ۱۹۷۴ء کا مبارک‘ نتیجہ خیز اور ثمر بار دن تھا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ وہ وقت اور یہ وقت۔۔ انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف اور یہود وہنود اور نصاریٰ وملحدین کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ بدقسمتی سے اس گروہ کو پاکستان کے موجودہ

روشن خیال صدر کی تائید اور آ ریباد حاصل ہے۔ اچھا انسان وہ ہے جو تاریکی کو بھی اچھا کہے۔ روشنی کو تو سب اچھا کہتے ہیں پھر یوں کیوں نہ ہو کہ صدر جنرل پرویز مشرف اسلام جیسے روشن اور شفاف دین کے ساتھ ساتھ قادیانیت جیسے تاریک اور من گھڑت مذہب کو اچھا نہ کہے۔ دراصل روشن خیالی کے روشن چشمہ کی خاصیت ہی یہی ہے کہ اس کے ذریعہ کالک اور سیاہی بھی سفیدی نظر آتی ہے۔ اور برائی بھی اچھائی ہی دکھائی دیتی ہے۔ اس روشن خیال صدر کو بڑا صدمہ ہوا کہ آخران قادیانی بیچاروں کو کس جرم کی پاداش میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ قادیانی تو اس روشن خیال صدر کے اردگرد جمع رہتے ہی۔ ان کو تو قادیانیوں میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ لہٰذا اس فرق کو مٹا دینا چاہیے اور اس کی ابتداء عملی طور پر یوں کردی کہ پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کر دیا تا کہ امتیاز باقی نہ رہے۔ خوش قسمتی سے روشن خیال صدر کو وزیر اطلاعات شیخ رشید اور وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ بھی قادیانی نواز...... معاف کیجئے گا روشن خیال...... میسر آئے۔ وہ ملت اسلامیہ پاکستانیہ کو بڑے ہمدردانہ' مخلصانہ انداز اور نرم لہجے میں بار بار یقین دلاتے ہیں کہ پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ خارج کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ تو وسیع النظری کی دلیل اور روشن خیالی کی علامت ہے۔ وغیرہ وغیرہ

مگر ہمارے خیال میں اس سے جو قباحتیں لازم آتی ہیں اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ دوقومی نظریہ پاکستان کے قیام کا اساسی نظریہ ہے۔ اس نظریہ کا پس منظر یہ تھا کہ مسلمان اور ہندو' مذہب' سیاست' تہذیب وتمدن اور زندگی کے بودوباش کے اختلاف کے باعث ایک ساتھ نہیں رہ سکتے گویا کفر اور اسلام ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے۔ اس نقطہ کو بنیاد بنا کر یہ ملک بنایا گیا جس کے لئے علماء اور عوام نے بیش بہا قربانیاں دیں۔ لہٰذا اس ملک میں اسلام کے خلاف کسی نظریہ کو برداشت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ یہاں پر اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا اور یہ بات دوقومی نظریہ کے خلاف ہے جو کہ قیام پاکستان کی اساس اور بنیادی محرک ہے۔

۲۔ پاکستان کا آئین جو ۱۹۷۳ء میں بنا۔ پاکستان کے تمام آئینوں میں جامع ترین آئین ہے۔ جس میں واضح طور پر بعض اسلامی دفعات کو شامل کیا گیا ہے۔ اس آئین کی رو سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ' ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان' مسلمان کی تعریف میں اس بات کی تصریح کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر مانتا ہو' صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا اسلامی نظریہ کا تحفظ وغیرہ دفعات اس ضمن میں بڑی صریح ہیں۔

ان دفعات میں سے ایک دفعہ عقیدہ ختم نبوت سے متعلق ہے۔ جس کی رو سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اگر پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کر دیا جائے تو اس کا مطلب ہے حکومت ۱۹۷۳ء کے آئین سے انحراف کر رہی ہے اور چاہتی ہے کہ قادیانی مرتدوں اور عام مسلمانوں میں فرق کو ختم کر دیا جائے۔

۳۔ ...... حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا و کرامۃ وہ مقدس مقامات ہیں جہاں پر غیر

مسلموں کا داخلہ شرعاً اور قانوناً ممنوع ہے۔غیر مسلموں کو جب سعودی عرب کا ویزا جاری کیا جاتا ہے تو اس میں یہ صراحت ہوتی ہے کہ غیر مسلم ان مقدس مقامات میں داخل نہ ہوں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی شہری آبادی میں داخل ہونے سے عمومی راستہ پر"للمسلمین" (مسلمانوں کے لئے)اور بائی پاس پر"لغیر المسلمین" (غیر مسلموں کیلئے)راہنما بورڈ لگے ہوئے ہیں۔اس قانون کی خلاف ورزی جرم ہے۔مبادا کوئی غیر مسلم حرمین شریفین میں فتنہ وفساد یا تخریب کاری اور دہشت گردی کا ارتکاب کر لے۔قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد ان پر بھی ان دومقدس شہروں میں داخلے پر پابندی لگادی گئی ہے۔پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کرنے کے بعد قادیانی شجرۃ خبیثہ کے لئے حرمین میں داخلہ کا راستہ کھل جائے گا اوران کیلئے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔

جولوگ پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ ختم کرنے کے حق میں ہیں یا یہ الفاظ دیگر حکومتی مشنری سے تعلق رکھتے ہیں وہ ایک دو اعتراضات پیش کرتے ہیں۔پہلا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ قائم رکھنے سے پاکستان میں موجود دیگر اقلیتوں کو کوفت ہوتی ہے۔یہ ایک بے سروپا اعتراض ہے کیونکہ غیر مسلموں کے لئے پاکستانی پاسپورٹ میں غیر مسلم کا لفظ نہیں لکھا جاتا بلکہ عیسائی' ہندو' سکھ وغیرہ لکھا جاتا ہے۔یعنی اس کے اپنے مذہب کو ظاہر کیا جاتا ہے۔اور یہ بات مسلّم ہے کہ ہر انسان اپنے مذہب کو چھپاتا نہیں بلکہ اسے فخریہ انداز میں ظاہر کرتا ہے لہذا کوئی عیسائی اس بات پر ناراض نہیں ہوتا کہ اسے پاسپورٹ میں عیسائی ظاہر کیا جائے بلکہ اس سے خوش ہوتا ہے اس طرح دیگر مذاہب والے۔۔۔راقم کے نزدیک یہ دیگر مذاہب والوں کی حق تلفی نہیں بلکہ حق رسی ہے کیونکہ پاسپورٹ میں اس کے مذہب کا اندراج کر کے ہم اعتراف کرتے ہیں کہ فلاں شخص عیسائی ہے' ہندو ہے' سکھ ہے اور پاکستانی ہے یعنی غیر مسلم کو ہم پاکستانی شہری تسلیم کرتے ہیں جو کہ وسعت ظرفی کی دلیل ہے۔

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ سعودی عرب اسلامی ممالک کے لئے نمونہ اور قابل تقلید ملک ہے وہاں کے پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ موجود نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ سعودی عرب کی آبادی سو فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے وہاں کے ذاتی باشندوں میں کوئی غیر مسلم یا قادیانی مرتد موجود نہیں ہے۔خس کم جہاں پاک۔لہذا سعودی عرب کو مسلم اور غیر مسلم کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔البتہ جو غیر ملکی سعودی عرب میں کام وغیرہ کی نیت سے جاتے ہیں سعودی حکومت اسے اقامہ جاری کرتی ہے جس میں مذہب کا خانہ موجود ہوتا ہے اور غیر مسلموں کے مذہب کی وضاحت ہوتی ہے اس اقامہ کی رو سے غیر مسلموں کے لئے حرمین شریفین کی حدود میں داخلہ ممنوع ہوتا ہے۔

مختصر الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ قائم رکھنا پاکستان کے بنیادی نظریہ قیام کا تقاضا' ۱۹۷۳ء کے آئین کا مطالبہ اور مملکت اسلامیہ پاکستان کے مخصوص مزاج اور حالات کا آئینہ دار ہے اور اس خانہ کو نظر انداز کرنا ان تمام حقائق سے بغاوت کے مترادف ہے۔